عائلی ادارہ میں قوامیتِ رجال اور اس کے تقاضے

حافظہ شاہدہ پروین ☆

Man and woman are equal before Allah and their actions are to be judjed by the same yardstick. In the internal organization of the family, a man is in the position of the head and the overall supervisor. A man's major responsibilities lie outside the family. He is to support the family economically and materially, he has to look after the relations of the family with the rest of the society. A woman's major responsibilities lie within the family the Qur'an says "men are those who support women, since God has given some persons advantages over others, and because they spend their wealth (Al-Quran 4:34) Woman have the same (right in relation to their husbands) as is expected in all decency from them, while men stand a step above them God is Mighty, Wise" (Al-Quran, 2:228).

In recent years, some Muslim men are not much conscious about their responsibilities. So, the institution of family has to face many challenges. Women have to earn their living by themselves. In Islam a woman is consider to be a home-maker. A woman is not married to a master that she should be treated like a slave. She is married to a man on equal status.

بحیثیت انسان اسلام مرد اور عورت میں کوئی فرق روا نہیں رکھتا۔ جان دونوں کی محترم، مال دونوں کا محفوظ، ایمان دونوں کا تقویٰ کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔ عبادت دونوں کی ضائع نہیں بلکہ اجر نیتوں کے موافق ملے گا نسلوں کے مطابق نہیں۔ اللہ کے کنبے کے دونوں ایک جیسے فرد، دونوں سے ذمہ داریوں کے بارے میں سوال ہوگا۔ قرآنِ مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ﴾ (آل عمران۳:۱۹۵) ''بے شک میں تم میں سے کسی کام کرنے والے کا اجر ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو۔''

☆ لیکچرار شعبہ اسلامیات، جامعہ پنجاب، لاہور

مرداور عورت میں بحیثیت انسان برابری ہونے کے باوجود، گھریلو زندگی کو امن سے بہرہ ور کرنے اور اختیارات کو ٹکراؤ، فساد اور بگاڑ سے بچانے کے لیے مرد کو عورت پر اختیارات میں بلند درجہ عطا کیا گیا۔ عائلی زندگی میں مرداور عورت ایک دوسرے کا زوج یعنی جوڑا ہیں ایک کے بغیر دوسرا ادھورا۔ دونوں ایک دوسرے کی ذات کی تکمیل کرتے ہیں۔ خانگی زندگی کو مضبوط پہلوؤں پر استوار کرنے کے لیے ایک کو دوسرے پر فوقیت دی اور یہ فوقیت اور برتری بالکل ایسے ہے جیسے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ہے۔ قوی ضرور ہے، کام کا آغاز کرنے کی صلاحیت ضرور رکھتا ہے لیکن جتنی کوشش چاہے کر دیکھے کبھی اکیلا تالی نہیں بجا سکتا۔ مرد کی یہ قوامیت کچھ ذمہ داریوں اور تقاضوں سے وابستہ ہے جن کی عدم موجودگی میں قوامیت کا مقصد پورا نہیں ہوسکتا۔ کوئی بھی ادارہ سربراہ کے بغیر کام نہیں کرسکتا۔ ہرادارے کی بہتر کارکردگی کے لیے اختیارات کا ارتکاز ضروری ہے۔ خاندان انسانی زندگی کا بنیادی اور اہم ترین ادارہ ہے اس کے لیے بھی اختیارات کا ارتکاز ضروری تھا۔ مرد کی بعض صلاحیتوں اور عورت کی ذمہ داریوں کی بنا پر مرد کو خانگی زندگی میں قوام بنایا گیا'' قوامیت کے مسئلے میں دراصل تقاضائے ضرورت یہ ہے کہ مرد و عورت کے درمیان قائم ہونے والے اس مشترک ادارے کے قیام و بقاء اور اس میں مزید افراد کے بڑھ جانے کے بعد متوقع ذمہ داریوں کی تکمیل کے لیے مرد وزن میں سے کسی نہ کسی کو ذمہ دار بنایا جائے کیونکہ انسان نے آج تک جس قدر ادارے بنائے ہیں ان میں اسے کوئی ایسا صدر یا ناظم مقرر کرنا پڑا ہے جو متعلقہ امور کی نگہبانی کر سکے۔''(۱) ''اسلام نے خاندانی نظام کی تاسیس اور اس کے استحکام پر بہت توجہ دی ہے اور اس کی قوامیت مرد کے ہاتھوں میں دی ہے اور اس قوامیت کے اسباب یہ ہیں کہ مرد میں قوامیت کے عناصر موجود ہیں اور مرد ہی اخراجات کا مکلف ہے۔ وہی اس تاسیس کو منہدم ہونے سے محفوظ رکھتا ہے اور اس پر آنے والے خطرات اور تکالیف کو دور کرتا ہے نیز گھر میں نژادِ نو کی پرورش، دیکھ بھال اور فلاح کے ذرائع اور اسباب فراہم کرتا ہے۔(۲) اس فضیلت کا تذکرہ سورۂ نساء میں موجود ہے۔

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ (النسآء۴:۳۴) ''مرد محافظ و نگران ہیں عورتوں پر اس وجہ سے کہ فضیلت دی ہے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر اور اس وجہ سے کہ مرد خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں سے۔''

قوامیت کا مفہوم

قوام کے معنی ہیں کسی شے کے محافظ، منتظم اور مدبر کے اور یہاں مراد یہ ہے کہ مرد عورتوں کے امور کا انتظام کرنے والے، ان پر احکام نافذ کرنے والے ہیں اہل لغت سے یہی تصریح منقول ہے۔ لسان العرب میں ہے "**الرجال متکفلون بامور النسآء**" (۳) مرد عورتوں کے امور کے کفیل ہیں۔" المفردات میں ہے "**القوام اسم لما یقوم به الشی ای یثبت کالعماد و السناد لما یعمد ویسند به**" (۴) **قام الرجل المرأة ای قام متکفلا بامرها فهو قوام و قد یجیئ القیام بمعنی المحافظة و الاصلاح**" (۵) "یعنی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں کا ذمہ دار اور ان پر حکم نافذ کرنے والے بنایا۔"

کرم شاہ الازہری رقمطراز ہیں کہ کسی چیز کی ضروریات کو مہیا کرنے والے، اس کی نگہبانی اور حفاظت کرنے اور اس کی اصلاح و درستگی کے ذمہ دار کو عربی میں قوّام کہا جاتا ہے جیسے ہر فوج کا ایک کمانڈر اور ہر مملکت کا ایک فرماں روا ہونا ضروری ہے جو نظام قائم رکھے اور فوج اور رعایا اس کے حکم کی تعمیل کرے اس طرح گھر کی ریاست کا بھی حاکم اعلیٰ ہونا چاہیے جو گھر کی تمام ضروریات کا کفیل اور اس کی خوشحالی کا ذمہ دار ہو اور اس کے احکام کی اطاعت کی جائے ورنہ گھر کی یہ مختصر مگر اہم ریاست کا سکون و اطمینان برباد ہو کر رہ جائے گا۔" (۷)

قوّام و قیم مبالغه کا صیغه هے "من القیام علی الشیئ و الاستبداد بالنظر فیه و حفظه بالاجتهاد " (۸) علامہ زمخشری قوامیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "**یقومون علیهن آمرین ناهین، کما یقوم الولاة علی الرعایا وسموا قواما لذلک**" (۹) مولانا مودودیؒ قوامیت کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں " قوام یا قیم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے اور اس کی حفاظت و نگہبانی کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔" (۱۰)

قَوّام، قیّام قَیّم عربی زبان میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی کام یا نظام کا ذمہ دار اور چلانے والا ہو، اسی لیے اس آیت میں قوّام کا ترجمہ عموماً حاکم کیا گیا ہے یعنی مرد عورتوں پر حاکم ہیں مراد یہ ہے کہ ہر

اجتماعی نظام کے لیے عقلاً اور عرفاً یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کا کوئی سربراہ یا امیر اور حاکم ہوتا ہے کہ اختلاف کے وقت اس کے فیصلہ سے کام چل سکے، جس طرح ملک وسلطنت اور ریاست کے لیے اس کی ضرورت سب کے نزدیک مسلم ہے، اسی طرح قبائلی نظام میں بھی اس کی ضرورت ہمیشہ محسوس کی گئی اور کسی ایک شخص کو قبیلہ کا سردار اور حاکم مانا گیا ہے، اسی طرح اس عائلی نظام میں جس کو خانہ داری کہا جاتا ہے اس میں بھی ایک امیر اور سربراہ کی ضرورت ہے، عورتوں اور بچوں کے مقابلہ میں اس کام کے لیے حق تعالیٰ نے مردوں کو منتخب فرمایا کہ ان کی علمی اور عملی قوتیں بہ نسبت عورتوں اور بچوں کے زیادہ ہیں۔" (۱۱)

تفسیر جلالین میں ہے **الرجال قوامون: سلطون (علی النساء) یؤدبونهن ویأخذون علی أیدیهن** (۱۲) چونکہ ہر ادارہ اور ہر تنظیم کے لیے ایک سربراہ ضروری ہے جس کے بغیر وہ تنظیم یا ادارہ نہیں چل سکتا اس لیے خاندانی ادارے کو چلانے اور قائم رکھنے کے لیے بھی قوام کا ہونا ضروری ہے اور اس کی ذمہ داری اس کے سپرد ہوگی جو فطرتاً اور طبعاً اس کا اہل ہو۔

قوامیت کی اساسات

قرآن کریم نے مرد کو نہ صرف قوام ٹھہرایا بلکہ سید بھی کہا ہے فرمایا ﴿**وَاَلفَیَا سَیِّدَھَا لَدَا البَاب**﴾ (یوسف: ۲۵) "دونوں کی دروازہ کے قریب اس کے خاوند سے مڈبھیڑ ہوئی۔" "خاندان میں قوامیت کی تین صورتیں ممکن ہیں یا تو مرد کو نگراں بنایا جائے یا عورت نگران ہو، یا دونوں ہی ذمے دار اور نگران قرار دیے جائیں۔ تیسری صورت تو ناقابل عمل ہے اور تجربہ بتاتا ہے کہ کسی ادارے میں دو یکساں اختیار رکھنے والے حکمران نہیں ہو سکتے۔ اب پہلی دو صورتیں رہ جاتی ہیں (پہلی صورت قوت فکر اور دوسری قوت جذبہ رکھتی ہے) منصبِ قوامیت کے لیے فکر زیادہ موزوں ہے۔" (۱۳) قرآن حکیم سے واضح ہوتا ہے کہ تین اساسات اور تین بنیادوں کی وجہ سے مرد کو قوامیت کا درجہ حاصل ہے۔

قوامیت کی پہلی اساس

قوامیت کی اس بنیاد کو اللہ تعالیٰ نے "**بِمَا فَضَّلَ اللّٰہ بَعضَھُم عَلٰی بَعض**" کے الفاظ سے بیان کر دیا ہے۔ "ایک تو تخلیقی فضیلت ہے جو اللہ نے مردوں کو عورتوں پر دی ہے۔ ان کو جسمانی قوت زیادہ دی ہے، ان میں توانائی دی ہے، ان میں بھاگ دوڑ کی صلاحیت زیادہ ہے، ان میں اختراع وایجاد

کا جوہر زیادہ ہے، ان میں حکمرانی و جہاں بانی کا حوصلہ و ولولہ زیادہ ہے، ان کی فطرت میں جنگ و جدال کا داعیہ زیادہ ہے، ان میں عزیمت زیادہ ہے، معاشی جدوجہد اور محنت و کوشش کا مادہ زیادہ ہے، ان میں فاعلیت زیادہ ہے۔ لہذا ان اوصاف و صفات کی وجہ سے انہیں عورتوں پر قوام بنایا گیا ہے اور اس قوامیت کے تمام لوازم ان کے سپرد کیے گئے ہیں وہ خاندان کے ادارے کے حاکم، محافظ اور نگہبان ہیں۔ دین و اخلاق کے معاملات کی نگرانی کے ذمہ دار بھی وہی ہیں۔ بیوی اور بچوں کی کفالت اور خاندان کی ضروریات زندگی کی فراہم رسانی کی ذمہ داری بھی ان پر ہے۔'' (۱۴) محمود آلوسی رقمطراز ہیں ''اس حکم کا سبب اللہ سبحانہ نے دو باتوں کو قرار دیا ہے ایک وہبی ہے اور دوسری کسبی۔ وہبی سبب کو 'بما فضل اللہ'' سے بیان کیا اس میں باء سببیہ ہے اور وھبی پر فضیلت قوامیت کا سبب ہے۔ عمومی طور پر مرد عقل و دین میں زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں اسی لیے رسالت و نبوت ان کے لیے مخصوص ہوئی۔ امامت کبریٰ و صغریٰ، اذان اقامت، خطبہ، جمعہ، میراث میں زیادہ حصہ سب وھبی فضیلت ہے۔'' (۱۵)

عورت اور مرد کے طبعی اختلاف اور صلاحیتوں کے بارے میں تجرباتی سائنس کے مشہور اسکالر ڈاکٹر الکسیس کاریل اپنی مشہور تصنیف "Man, the Unknown" میں لکھتے ہیں:

> مرد اور عورت کی فطری صلاحیتوں اور ان کے میلانات و رجحانات کے درمیان جو زبردست فرق پایا جاتا ہے اس کی وجہ ان کے جنسی اعضاء کا جداگانہ نوعیت کا حامل ہونا یا عورت کے جسم میں رحم کا وجود اور اس کا حمل کی تکلیف برداشت کرنا وغیرہ نہیں اور نہ اس کا سبب یہ قرار دیا جا سکتا ہے کہ ان دونوں کی پرورش و پرداخت اور ان کی تعلیم و تربیت میں الگ الگ طریقے اختیار کیے جاتے ہیں بلکہ اس تفاوت کا سبب کچھ اور ہے اور اس کی جڑیں بہت گہرائی تک اُتری ہوئی ہیں جس کا سرا عین ان کی پیدائش سے ملا ہوا ہے۔ مرد اور عورت کے مادہ تخلیق ہی میں مختلف نوعیت کے غدود پائے جاتے ہیں اور ان کے وجود کو تشکیل دینے والے اجزائے ترکیبی خود جداگانہ خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں مرد اور عورت کے جسمانی اعضاء کی جداگانہ کارکردگی اور ان کے الگ الگ رجحانات و میلانات ان کے مادہ تخلیق کے اسی جوہری اختلاف کا نتیجہ ہوتے ہیں..... مختلف پہلوؤں سے عورتوں کا معاملہ مردوں سے بالکل جداگانہ نوعیت کا حامل ہے جس طرح انسان شمسی نظام کے سامنے سپر ڈالنے پر مجبور ہے اور اس کی کارکردگی میں سرمو تبدیلی لانے سے عاجز ہے۔ اسی طرح عورت اور مرد کے جداگانہ جسمانی نظاموں کے سلسلے میں بھی انسان بالکل مجبور اور بے بس ہے۔ (۱۶)

ڈاکٹر دوفاریئی انسائیکلو پیڈیا میں لکھتا ہے:

مجموعی حیثیت سے اگر دیکھا جائے تو عورت کے جسم کے عضلات مرد کے عضلات سے اس درجہ مختلف ہیں اور جسم وقوت کے لحاظ سے اول الذکر کے عضلات سے اس قدر ضعیف ہیں کہ اگر ان کی طبعی قوت کے تین حصے کیے جائیں تو دو حصے قوت مرد کے حصے میں آئے گی اور صرف ایک حصہ قوت عورت میں ثابت ہوگی۔ عضلات کی حرکت اور سرعت کا بھی یہی حال ہے مرد کے عضلات جسمی عورت کی نسبت حرکت میں زیادہ تیز اور اپنے فعل میں زیادہ قوی ہیں۔(۱۷)

خالد عبدالرحمٰن العک لکھتے ہیں:

وكذلك زوّد الرجل فيما زوده به من الخصائص بالخشونة والصلابة، وبطء الانفعال والاستجابة، واستخدام الوعي والتفكير قبيل الحركة والاستجابة. لأن وظائفه كلها من أوّل الصيد الذي كان يمارسه في أول عهده بالحياة إلى القتال الذي يمارسه دائما لحماية الزوج والأطفال إلى تدبير المعاش......وإلى سائر تكاليفه في الحياة(۱۸)

عکاشہ عبدالمنان الطیبی لکھتے ہیں:

مرد فطری طور پر حاکم اور سربراہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، زندگی کے میدان میں ذمہ داریوں کا بوجھ برداشت کرنے کے لیے عورت کی نسبت مرد مضبوط ارادوں اور قوتوں کا مالک، بڑے بڑے پلان اور منصوبے مرد طے کرتا ہے۔ جنگی معرکوں کی قیادت مردوں کے زیر انتظام ہے اور حکومت کا انتظام اور پختگی مردوں کی بدولت ہے۔ مرد کی سربراہی اور نگرانی عورت کی شخصیت اور عزت واحترام میں خلل انداز نہیں ہوسکتی اس عظیم نکتہ کی طرف اشارہ کرنے کے لیے قرآن کریم میں انتہائی مناسب لفظ ''قوامون'' بولا جو عظیم معنی کی نشاندہی کرتا ہے، یعنی مرد اصلاح کرنے والے اور انصاف پسند ہیں، یہ نہیں کہ وہ جبر کے ذریعے کنٹرول کرنے والے ہیں، مرد کے اختیار اور نگرانی کا دارومدار گھر کی مصلحت، خدا کے حکم پر استقامت اور حقوق کی ادائیگی پر موقوف، لیکن ان کے علاوہ دیگر کام، مثلاً بیوی کی مالی مصلحت وغیرہ میں شوہر بیوی کی رضامندی کے بغیر دخل نہیں دے سکتا، عورت کے ذمے مرد کی اطاعت خدا کی حدود میں رہتے ہوئے ہے اگر وہ اسے کوئی گناہ کا کام کرنے کو کہے تو خدا کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ (۱۹)

ڈاکٹر اوجست فوریل ''عورت کی سربراہی'' کے عنوان کے تحت تحریر کرتے ہیں:

یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مرد میں کسی بھی حوالے سے اپنے سے اعلیٰ مثال دیکھے مثلاً جسمانی طاقت، بہادری، قربانی اور ایثار لذتوں کا چھوڑنا یا ذہنی پختگی اور بلندی فکر وغیرہ میں سے کسی صفت میں اس کی برتری تسلیم کرے۔ اگر مرد میں یہ برتری موجود نہ ہو تو وہ جلد عورت کا مطیع اور فرمانبردار ہو کر اس کا ماتحت ملازم بن جائے گا، یا دونوں کے درمیان نفرت اور بے تعلقی کے آثار ظاہر ہونے لگیں گے۔(۲۰)

قوامیت کی دوسری اساس

عورت پر مرد کو قوّام بنانے اور فضیلت حاصل ہونے کی دوسری اساس سورۃ النسآء کی اسی آیت میں آگے ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے ﴿وَبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ اور یہ قوامیت وفضیلت اس سبب پر بھی ہے کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ علامہ محمود آلوسی عورت پر مرد کی قوامیت کے کسی سبب ''وَبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِم'' کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد مہر اور نفقہ ہیں۔(۲۱)

مطلب یہ ہوا کہ مرد کی فضیلت عورت پر دہری حیثیت رکھتی ہے ایک تو طبعی یعنی جسمانی ودماغی قویٰ میں خلقی برتری۔ دوسری قانونی یا معاشرتی کہ عورت خرچ میں مرد کے دست نگر رہتی ہے یہیں سے یہ بات بھی نکل آئی کہ قرآنی نظام کی رو سے کمانا یا کسبِ معاش کرنا اور بیوی کے خرچ کا بار اُٹھانا مردوں کے ذمہ ہے۔''(۲۲)

امام جصاصؒ لکھتے ہیں:

یہ آیت مردوں پر عورتوں کے نفقہ کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ دلت علی وجوب نفقتها عليها (۲۳)

اگر وہ عورت پر اپنا مال خرچ نہیں کرتا اور وسعت وطاقت رکھنے کے باوجود خرچ نہیں کرتا یا اخراجات کی ادائیگی کے لیے تگ ودو ہی نہیں کرتا تو گویا وہ قوام نہیں رہے گا۔

امام قرطبی رقم طراز ہیں:

'انه متى عجز عن نفقتها لم يكن قواما عليها، واذا لم يكن قوّاما عليها كان لها فسخ العقد،لزوال المقصود الذى شرع لأجله النكاح

وہ مزید لکھتے ہیں:

کہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے مذہب کے لیے واضح دلیل ہے کہ اگر نفقہ وکسوہ مہیا کرنے سے مرد عاجز ہو تو فسخ نکاح کی اجازت ہے۔(۲۴)

اس آیت کا یہ حصہ "وَبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ" اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ خاندان (بیوی بچوں) کی کفالت کی ذمہ داری مرد پر ہے نان ونفقہ اس کے ذمہ ہے، عورت پر یہ بار نہیں ڈالا گیا۔ مہر مرد ادا کرتا ہے عورت پر یا عورت کے خاندان پر اس قسم کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، شادی کی خوشی میں دعوتِ ولیمہ کرنا لڑکے والوں کے ذمہ ہے۔ تمام سامان امور خانہ داری کی فراہمی بھی لڑکے یا اس کے خاندان والوں پر ہے لڑکی والے اس سے بری ہیں۔" (۲۵) حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ قوی اور کامل شخص کو کمزور جنس کی بنیادی ضرورتوں کا پابند بنایا جائے اور مرد کے لیے اپنی عورتوں کے نان ونفقہ اور ضروریات زندگی کی فراہمی کا انتظام کرنا ضروری قرار دیا جائے۔ اس علیم وخبیر ذات کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ میراث میں عورت پر مرد کو ترجیح دی جائے اگر چہ دونوں کا میت سے ایک ہی جیسا رشتہ اور تعلق ہو، کیونکہ مرد خرچ کرنے کی وجہ سے مسلسل نقصان اور کمی کا منتظر رہتا ہے اپنی بیویوں اور اولاد کے اخراجات برداشت کرتا ہے، اپنے غریب رشتہ داروں کی کفالت کرتا ہے مہر کی رقم ادا کرتا ہے، حوادثِ زمانہ کی تنگی و ترشی میں بقدر استطاعت مال خرچ کرتا ہے اس کا گھر مختلف زائرین کی قیام گاہ رہتا ہے۔" (۲۶)

امام کاسانیؒ لکھتے ہیں:

نکاحِ صحیح سے بیوی کا نفقہ وسکنٰی واجب ہو جاتا ہے اور اسکان کا امر درحقیقت اس پر انفاق کا امر بھی ہے، کیونکہ عورت اپنی اصل خلقت کے اعتبار سے کمزور اور نازک ہونے کی بنا پر کمائی کے لیے باہر نہیں نکل سکتی۔ (۲۷)

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ﴾

(الطلاق ۶۶: ۷)

صاحبِ وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے اور جس کے رزق میں تنگی ہو، وہ جتنا خدا نے اسے دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے۔ احادیثِ مبارکہ میں بیوی بچوں پر خرچ کیے مال کو انسان کے لیے صدقہ قرار دیا گیا اور سب صدقات میں سے بہترین قرار دیا گیا۔

فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

(إذا انفق الرجل على اهله نفقة وهو يحتسبها، كانت له صدقة)(۲۸)

جب کوئی انسان اپنے اہل پر خرچ کرتا ہے اور اس میں اس کی نیت ثواب حاصل کرنے کی ہے تو وہ خرچ اس کے لیے صدقہ ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

ایک وہ دینار ہے جسے تو نے اللہ کے راستے میں خرچ کردیا اور ایک وہ دینار جو تو نے غلام کو آزاد کرنے میں صرف کیا اور ایک وہ دینار جو تو نے مسکین پر خرچ کیا اور ایک وہ دینار جو نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کردیا اور ان میں افضل وہ ہے جو تو نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔ (۲۹) شوہر کو شرع نے یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو اپنے پاس روکے رکھے، جس کا معاوضہ نفقہ کی صورت میں ادا کرنا واجب ہے۔ (۳۰) شوہر پر زوجہ کے نفقہ کا وجوب ازدواج سے پیدا ہوتا ہے۔'' (۳۱) اور یہ نفقہ عورت خواہ مالدار ہو یا نادار شوہر پر ادا کرنا لازم ہے

مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

بعض لوگ بیوی کا نفقہ اس صورت میں واجب سمجھتے ہیں کہ جب کہ وہ نادار ہو اور اگر وہ مالدار ہو تو اس صورت میں اس کا نفقہ واجب نہیں سمجھتے یہ بالکل غلط ہے۔ بیوی کا نفقہ دونوں حالتوں میں واجب ہوتا ہے۔ صرف اتنی شرط ہے کہ بیوی کی طرف سے تسلیم نفس میں بلا عذر کوتاہی نہ ہو۔'' (۳) مرد کو خاندان پر خرچ کرنے اور اس کے معاملات کو مستقیم رکھنے کی ذمہ داری ڈالی گئی اور وہ ان ذمہ داریوں کے لیے مسئول ہے۔

'وقوامة الرجل فی الاسرة لیست درجة رئاسیة اذا لا یوجد فی الأسره رئیس و مرؤوس بل ھی مسئولیة سلطة لا بد أن تناط بأحد الزوجین فکانت للزوج لطبیعة عمله فھو المسؤل الأول عن حیاة الأسرة وعلیه یقع عب ء التبعات المالیه (۳۳)

قوامیت کی تیسری اساس

عقدۃ النکاح میں بھی فرق وتفاوت ہے اس گرہ کے بندھنے میں یقیناً عورت کی مرضی بھی شامل ہوتی ہے ولی کے لیے اجازت لینا ضروری ہے اگر لڑکی کی اجازت نہ دے تو یہ بندھن نہیں بندھ سکتا۔ (۳۴) اور عورت کی حیثیت کے اعتبار سے اس کے اجازت دینے میں فرق ہے۔ (۳۵) لیکن اس گرہ کے بندھ جانے کے بعد معاملہ مساوی نہیں رہا اب گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے اسے اختیار ہے وہ جب

چاہے اسے کھول دے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿الَّذِیْ بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ﴾ (البقرۃ ۲:۲۳۷) وہ مرد جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ قانونی طور پر اسے طلاق دینے اور نکاح کی گرہ کھولنے کا کامل اختیار ہے تحدیداً گر ہے تو وہ اخلاقی ہے۔ مرد کسی حقیقی سبب سے طلاق دیتا ہے تو اس کو مکمل اختیار ہے لیکن اگر بلاسبب اس نے طلاق دے کر کسی خاتون کی زندگی تباہ کی، جس کا اختیار اسے بہر حال حاصل ہے۔ تو ایسا شخص جان رکھے کہ وہ اللہ کے ہاں بہت بڑا مجرم بن کر پیش ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار کیا کہ ((ابغض الحلال الی اللہ تعالی الطلاق)) (۳۶) ''حلال چیزوں میں سے ناپسندیدہ ترین چیز طلاق ہے۔ البتہ بیوی کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ جب چاہے اس گرہ کو کھول دے بلکہ اسے خلع حاصل کرنے کا حق دیا گیا ہے وہ علیحدگی چاہے تو اسے قاضی کی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا ہوگا اور قاضی کو بتانا ہوگا کہ وہ کن اسباب کی بنا پر علیحدگی کی خواہاں ہے۔ (۳۷) البتہ اگر اسلامی عدالتیں نہ ہوں تو وہ برادری، قبیلے یا خاندان کے بزرگوں کو درمیان میں ڈال کر خلع، حاصل کر سکتی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ عورت کو یہ آزادی حاصل نہیں ہے کہ وہ جب چاہے از خود اس گرہ کو کھول دے۔ اسے خلع کے لیے مرافعہ کرنا ہوگا، مجاز ادارے کو مطمئن کرنا پڑے گا۔ اپنے بڑوں کے سامنے اپنی واقعی مجبوریاں پیش کرنی ہوں گی تاکہ معلوم ہو جائے کہ عورت محض شدت جذبات سے مغلوب ہو کر اتنا بڑا اقدام نہیں اٹھا رہی بلکہ حقیقی اسباب اور مشکلات ہیں۔'' (۳۸)

شاہ ولی اللہؒ قوامیت کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

> اولاد پالنے پوسنے میں عورت کا حصہ طبعاً زیادہ ہے، عام امور معاش میں وہ مرد کی نسبت عقل اور علم میں کمتر درجہ رکھتی ہے، محنت اور مشقت کے کاموں میں، جن میں کہ طاقت صرف کرنا پڑتی ہے بالطبع وہ جی چراتی ہے حیاء اور شرم کی صفت اس کی سرشت میں داخل ہے۔ گھر ہی کے اندر رہ کر گھر کے کاروبار میں مشغول رہنا اس کے لیے بارِ خاطر نہیں ہوتا اور وہ اس کو ناگوار محسوس نہیں کرتی۔ اس کی فطرت میں اطاعت اور انقیاد کا مادہ نسبتاً زیادہ ہے۔ مرد کے اوصاف اس کے خلاف ہیں۔ وہ عقل و درایت، معاملہ فہمی اور انصرام امور میں یقیناً عورت پر فوقیت رکھتا ہے۔ غیرت اور مردانگی کے جذبات اس میں وافر طور پر موجود ہیں۔ مشکلات پر اقدام کرنا اس کی فطرت میں داخل ہے۔ محنت اور مشقت کے کام سرانجام دینا گویا اس کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے اور حاکمانہ اختیارات استعمال کرنے پر وہ طبعاً مائل رہتا ہے۔ ان دونوں کا مل جل کر رہنا، اپنے اپنے فطری اوصاف کے مطابق اپنے اپنے

فرائض انجام دینا حسن معاشرت کا سنگ بنیاد ہے اور نظامِ منزلی کو بہترین طریقہ پر قائم رکھنے کے لیے وہ دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔(۳۹)

قوامیت کی حدود

''خاندان کے اندر اسلام نے مرد کو ناظم کی حیثیت دی ہے تا کہ وہ اپنے گھر میں ضبط قائم رکھے۔ بیوی کو شوہر کی اور اولاد کو ماں اور باپ دونوں کی اطاعت و خدمت کا حکم دیا ہے۔ ایسے ڈھیلے ڈھالے نظامِ زندگی کو اسلام پسند نہیں کرتا جس میں کوئی انضباط نہ ہو اور گھر والوں کے اخلاق و معاملات درست رکھنے کا کوئی بھی ذمہ دار نہ ہو۔ نظم بہر حال ایک ذمہ دار ناظم ہی سے قائم ہو سکتا ہے۔ اور اسلام کے نزدیک اس ذمہ داری کے لیے باپ ہی فطرۃً موزوں ہے۔ مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ مرد کو گھر کا ایک جابر و قاہر فرماں روا بنا دیا گیا ہے اور عورت ایک بے بس لونڈی کی حیثیت سے اس کے حوالے کر دی گئی ہے۔ اسلام کے نزدیک ازدواجی زندگی کی اصل روح محبت و رحمت ہے عورت کا فرض اگر شوہر کی اطاعت ہے تو مرد کا بھی یہ فرض ہے کہ اپنے اختیارات کو اصلاح کے لیے استعمال کرے نہ کہ زیادتی کے لیے۔''(۴۰) قرآن نے جہاں ''اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ'' کہا ہے اس کا مطلب حکومت اور غلبہ ہرگز نہیں۔ آمریت، استبداد اور تسلط سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں، اس کا مطلب صرف اس کے لفظی اور اصطلاحی معنوں میں یہ ہے کہ مرد عورتوں کے معاملات یا دوسرے الفاظ میں زندگی کے معاملات کے نگران، محافظ، صلاح کار اور سرپرست ہیں۔ زندگی کے عام مسائل میں ان کی حیثیت ایک ہمدرد مشیر، ایک خیر خواہ منتظم، ایک مخلص مربی و رہنما، ایک شفیق انتظام کار، راہبر اور خاندان کے ایک بڑے اور نگران کار فرد کی ہے۔ گھریلو معاملات میں حکومت و سلطنت کے اختیارات چل ہی نہیں سکتے قاموس میں اس قیام کے معنی ''قام بشانھا'' یعنی عورت کے معاملات کی ادائیگی اور اہتمام و انتظام کے آئے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی نظم و نسق کے لیے ضروری ہے کہ مرد کو کچھ زیادہ اختیارات دیے جائیں۔''(۴۱) لیکن ان اختیارات کی تحدید وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْف (النسآء ۴:) کہہ کر کر دی گئی ہے۔ اسی طرح ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے ((ولا یفرک مؤمن مؤمنة ان کرہ منھا خلقا رضی منھا آخر))(۴۲) ''کوئی مومن مرد کسی مومنہ سے بغض و عناد نہ رکھے کیونکہ اگر اس کی کوئی عادت ناپسندیدہ ہو گی تو کوئی عادت اس کو پسند بھی ہو گی۔

ڈاکٹر ذاکر نائیک قوامیت مرد کی حدود پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

لوگ بالعموم ''قوام'' کا ترجمہ ''ایک درجہ برتر'' کرتے ہیں یا یہ کہ مرد ایک درجہ افضل ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قوام کا لفظ اقامہ سے نکلا ہے مثال کے طور پر نماز سے پہلے اقامت ہوتی ہے جس کا مطلب ہوتا ہے نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ گویا اقامہ کے معنی ہوئے کھڑے ہو جانا اور جہاں تک قوام کے معنی کا تعلق ہے تو اس لفظ کے معنی یہ نہیں کہ مرد کو عورت پر ایک درجہ برتری یا فضیلت حاصل ہے بلکہ یہ ہیں کہ مرد کی ذمہ داریاں ایک درجہ زیادہ ہیں۔ (۴۳)

مولانا نعیم صدیقی لکھتے ہیں:

تمدنی بہبود کے لیے اگر مردوں اور عورتوں کے دائرہ کار مختلف ہیں اور انتظامی ضرورت سے اگر خاندان کی قیادت مردوں کے ہاتھ میں دی گئی ہے تو اس کے معنی ہرگز نہیں کہ عورت کسی کی لونڈی اور داسی بن کر رہ جائے۔ اسلام نے اسے ملکیت، عزت نفس، اظہار خیال سیاسی اور معاشرتی حقوق کے لحاظ سے مردوں کے ساتھ مساوات دی ہے۔ بہ حیثیت ماں کے اولاد کے لیے اس کا روحانی و اخلاقی مرتبہ باپ سے بھی بلند تر ہے۔ برصغیر کی ہندو تہذیب کے اثرات نے اس کی پوزیشن پر جو بُرے اثرات ڈالے ہیں۔ اسلامی انقلاب کے ذریعہ اس کا ازالہ کرنا ہوگا۔ (۴۴)

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾ ''مرد عورتوں پر قوام ہیں (یعنی ان کے محافظ، نگران، کفیل اور ذمہ دار ہیں) اور اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے ﴿وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰی بِالْقِسْطِ﴾ (اور خدا اس بات کا حکم دیتا ہے کہ تم یتیموں کی نگرانی اور کفالت انصاف کے ساتھ کرو) ملحوظ خاطر رہے کہ قرآن کریم نے مرد کو عورت کا اسی طرح قیم قرار دیا ہے جیسا کہ یتیم کے ولی کو اس کا قیم قرار دیا ہے۔ (۴۵)

فضل الرحمٰن لکھتے ہیں:

یہ دوسرا عنصر (مال خرچ کرنا) متقاضی ہے کہ دولت خرچ کرنے میں مرد کو بھرپور اختیار حاصل ہو اور دولت جو وہ گھر کے لیے دیتا ہے ضائع نہ ہو یا غلط استعمال نہ ہو اس کا بہترین طریقہ تو یہی ہے کہ اس کو گھر کے معاملات کا نگران بنایا جائے اس طرح قدرتی اور معاشی اقدار اس کے گھر کے منیجر، محافظ، نگران اور منتظم ہونے کے دعوے کو مزید تقویت پہنچائیں گی لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ وہ گھر اور عورت کا حاکم یا حکمران بن گیا ہے اور اس کے کسی بھی عمل پر سوال نہیں کیا جا سکتا۔ اور عورت اس کے ہر حکم کی اس طرح پابندی کرے جس طرح رعایا حکمرانوں کی کرتی ہے۔

(۴۶) انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے "اگر مرد عورت کی سرپرستی شروع کرے تو عورت بچے کو جان سے مارے بغیر بھی سکون سے رہ سکے گی اسی دوران میں مردوں میں عورتوں کی طرف کششِ جنس کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اپنی معمول کی محنت میں تھوڑا سا اضافہ کر کے عورت اور بچے کے لیے بھی رزق کما سکتے ہیں۔ اسی طریقے پر مرد، عورت اور بچے اکٹھے ہوئے اور خاندان بنے جن کے سربراہ مرد تھے کیونکہ انہیں انتظامات کی ضرورت کم پڑتی تھی۔ (۴۷)

قرآنِ کریم میں عورتوں پر مردوں کی قوامیت کے ضمن میں ایک اور آیت بھی رہنمائی کرتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے "عورتوں کے بھی معروف طریقہ پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔ (البقرة ۲:۲۲۸) جسٹس ایم ایم قاضی لکھتے ہیں" جہاں تک "مردوں کو ایک درجہ حاصل ہونے کا تعلق ہے اس سے یہی پتہ چلتا ہے کہ چونکہ عورت صنفِ نازک ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مرد کو اس کا (قوام) محافظ بنایا ہے۔ علم انسانیات کی رو سے دیکھا جائے یا حیاتیات کا نقطہ نظر سامنے رکھا جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ مرد جسمانی طور پر عورت سے مختلف واقع ہوا ہے کیونکہ وہ کم از کم جسمانی لحاظ سے طاقتور واقع ہوا ہے اسی وجہ سے اسے زیادہ ذمہ داری دی گئی ہے مرد کو جو درجہ دیا گیا اس کا تعلق حقوق سے نہیں فرائض سے ہے۔" (۴۸)

تأدیب کی حدود و شرائط

قوامیت سے متعلقہ یہ معاملہ بھی ہے کہ اگر عورت بلا وجہ شوہر کے حقوق ادا نہ کرے اور اس کے حکم کی خلاف ورزی کرے تو شوہر کو ادب سکھانے کا حق حاصل ہے چنانچہ قرآن میں ہے: ﴿وَ الّٰتِیۡ تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَھُنَّ فَعِظُوۡھُنَّ وَ اھۡجُرُوۡھُنَّ فِی الۡمَضَاجِعِ وَ اضۡرِبُوۡھُنَّ﴾ (النسآء ۴:۳۴) "جن عورتوں کی سرکشی کا تمہیں ڈر ہو انہیں سمجھاؤ، خواب گاہوں میں ان سے الگ رہو اور انہیں مارو۔"

یہاں پہلے درجے پر وعظ و نصیحت اور سمجھانا بالکل ویسے جیسے حاکم اپنی رعایا کو نقصان سے بچانے کے لیے آگاہی مہیا کرتا ہے۔ سمجھانے کا انداز خیر خواہی، نرمی اور احترام پر مبنی ہونا چاہیے عورت بے شک محکوم ہے لیکن وہ ایسی محکوم نہیں ہے جیسے لونڈی محکوم ہوتی ہے بلکہ اس کو مرد کے ساتھ دوستی کا تعلق بھی ہے اور اس تعلق کا خاصہ ہے کہ اس میں ایک قسم کا ناز بھی ہوتا ہے۔ اس تعلق کے ساتھ مرد کا عورت پر وہ رعب نہیں ہو سکتا جو نوکروں پر ہوا کرتا ہے اسی نرمی اور خیر خواہی کا حکم دیتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عورتوں سے خیر خواہی کیا کرو کیونکہ عورت کی پیدائش سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی سے کی گئی ہے اور سب سے ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہوتی ہے اور تو عورت کو سیدھا کرنا چاہے گا تو اسے توڑ دے گا اگر اس کو چھوڑ دے گا تو وہ ٹیڑھی رہے گی اس لیے عورتوں سے خیر خواہی کیا کرو۔ (۴۹)

اس تأدیب کا دوسرا درجہ خواب گاہوں میں ترک تعلق کرنا ہے" مگر اس کا بھی ایک ادب ہے کہ یہ ترک میاں بیوی کی خلوت سے باہر نہ ہوتا کہ دوسرے لوگوں کے سامنے اس کا اظہار ہو کر عورت کی عزت مجروح نہ ہو اور نہ ہی اس ترک کا اظہار بچوں کے سامنے ہو کہ اس سے بچوں میں بگاڑ اور اس کی تربیت میں بگاڑ پیدا ہوگا کیونکہ مقصود نافرمانی کا علاج ہے بیوی کو ذلیل کرنا اور بچوں کو بگاڑنا نہیں ہے۔"(۵۰)

اگر عورت ان دونوں تدابیر کے باوجود سرکشی سے باز نہ آئے تو زدوکوب کرنے کی اجازت ہے لیکن یہ مار اور ضرب برائے انتقام، اہانت اور تحقیر نہ ہو بلکہ یہ ضرب برائے تأدیب ہو اور اس میں مؤدب کی نرمی اور حلم موجود ہو جیسے باپ اولاد کو اور استاد شاگردوں کو مارتا اور سرزنش کرتا ہے اور حدیث میں اس مار کی حد بیان کرتے ہوئے فرمایا" ضربا غیر مبرح" ایسی مار جو سخت نہ ہو۔ اس حد سے آگے بڑھنا شوہر کے لیے جائز نہیں ضربا غیر مبرح کی تشریح میں عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں" مسواک یا اس جیسی کسی چیز سے مارنا۔ ایک دوسری روایت میں فرماتے ہیں' ایسی ضرب نہیں کہ جس سے اس کی ہڈی ٹوٹ جائے۔" قتادہؒ کہتے ہیں" ایسی ضرب جس سے اس کے جسم میں کوئی عیب نہ پیدا ہو"(۵۲) اس مار، ضرب اور سرزنش کا عمل اس وقت ہی درست ہے جب عورت کی نافرمانی اس درجہ کی ہو کہ اس سے گھر کے بکھر جانے اور خاندان کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو۔" شوہر کو اس وقت بیوی کی تعزیر کا حق ہے جب کہ وہ بغیر کسی عذر شرعی کے تسلیم نفس نہ کرے یا اس کی حکم عدولی اور اس کے مقابلے میں ترفع اور استکبار کی روش اختیار کرے مثال کے طور پر بدزبانی کرے، اس کی داڑھی نوچے یا اس کے کپڑے پھاڑ دے۔ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکل جائے۔"(۵۳) شوہر ناحق اور بلاوجہ بیوی کو مار پیٹ کرے تو خود شوہر کی تعزیر کی جائے گی۔"(۵۴) فقہائے احناف نے یہ بھی لکھا ہے کہ تعزیر کی وجہ سے عورت کی جان چلی جائے تو شوہر پر دیت واجب ہوگی۔(۵۵)

قوامیت اور عصرِ حاضر

عائلی زندگی کی بہتری کے لیے مردوں کو نگہبان اور محافظ بنایا گیا۔ انہیں عورتوں کے معاملات کی

نگہبانی سونپی گئی۔خرچ کی ذمہ داری ان پر ڈالی گئی تا کہ عورت اس کی زیر بار رہے۔فطری طور پر بھی انسان اپنے محسن کا احسان منداور شکر گزار ہوتا ہے۔عورت کو مرد کی مطیع کیا گیا مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ قوامیت کا تصور بھی اپنا حقیقی مقام کھو چکا ہے۔اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ مردوں نے اپنے حقوق کا تحفظ تو کرلیا لیکن صنف نازک کے معاملے میں افراط وتفریط کا شکار ہو گئے۔رفتہ رفتہ مرد کی قوامیت، بلا وجہ رعب جھاڑنا،خوف ودہشت کی علامت بن کر رہنا،ظلم وتعدی اور عورت کے حقوق کو فراموش کرنا بن گیا مولانا اشرف علی تھانویؒ اس بات پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''مرد یہ چاہتے ہیں کہ بیوی پر اس طرح کا رعب جمائیں جس طرح نوکر پر جمایا کرتے ہیں یہ نہایت سنگدلی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اس تعلق کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔''(۵۶)

ڈاکٹر اسرار احمد اسی مرض کی نباضی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں بیویوں کیساتھ حسن سلوک کا پلڑا ہلکا ہو گیا ہے شوہر اپنی قوامیت کے مظاہرے کے لیے ہر وقت آمادہ نظر آتے ہیں لیکن حسن سلوک کے معاملے میں تہی دست ہیں۔ یہ معاملہ صحیح نہیں ہے اور اصلاح طلب ہے اور یہ اصلاح خاندان کے ادارے کو مضبوط اور خوشگوار بنانے کا باعث بنے گی۔ دینی گھرانوں میں یا ان گھرانوں میں جو قدامت پسند ہیں،قدیم روایات چل رہی ہیں جن کی بنیاد دین پر نہیں ہے۔ایسے خاندانوں میں یہ تقصیر نظر آتی ہے کہ اہل وعیال کے ساتھ جس حسن سلوک کی جناب محمدؐ نے تلقین فرمائی اس کا فقدان ہے۔اس کا ہمیں اعتراف کرنا چاہیے اور یہ بھی محسوس کرنا چاہیے کہ ایسے دینی اور روایتی خاندانوں کے غلط طرز عمل کی وجہ سے ان خواتین میں اگر کوئی ردعمل پیدا ہو جائے تو اس کی ذمہ داری ان پر آئے گی۔(۵۷)

شیخ محمود مہدی الاستانبولی رقم طراز ہیں:

عجیب بات ہے کہ بہت سے خاوند میرے پاس آکر اپنے لیے تو خوش بختی اور سعادت و مسرت کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ اپنی رفیقۂ حیات اور شریکِ سفر کو بھی شادمانی دینی چاہیے۔''(۵۸) مردوں میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے منصب قوامیت کو عورت کے استحصال کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔قوام کی حیثیت سے وہ یہ معنی نکال لیتے ہیں کہ ان کو حاکم مطلق اور ڈکٹیٹر کے اختیارات حاصل ہیں۔وہ عورت کو رفیقہ کا درجہ دینے کی بجائے اپنی لونڈی باندی سمجھنے لگے ہیں۔زبان اور ہاتھ کے ناروا استعمال کو اپنا حق گردانتے ہیں۔جسمانی تشدد کرتے اور ایذا رسانی کے

سنگدلانہ مظاہرے کرتے ہیں۔ اسلام میں عورت پر تصرف کی کوئی ایسی ظالمانہ صورت جائز نہیں اسلام میں شوہر کے حقوق کا یہ مطلب نہیں کہ بیوی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ عورت کو اسلام نے حقوق وفرائض اور انسانی حیثیت میں مساوی مقام بخشا ہے۔ اس کی رائے اور مرضی کے بغیر زبردستی اسے کسی کے ساتھ بیوی بنا کر باندھنے کی اجازت نہیں ہے۔ وراثت میں اس کا حق رکھا گیا وہ حق ملکیت رکھتی ہے اپنے مال کی خود مالک ہوتی ہے۔ اس مال کو معروف اور جائز مقامات پر خرچ کرنے کی وہ مجاز ہے اس کی ملکیت چھیننے کا نہ باپ اور بھائیوں کو اختیار ہے اور نہ شوہر، اس کی مرضی کے بغیر اس کے مال کا مالک بن سکتا ہے۔" (۵۹) آئے دن عورتوں پر ہونے والے تشدد اور ظلم کے مظاہرے ثابت کرتے ہیں کہ مسلمان مرد قوامیت کے حقیقی منصب کو فراموش کر چکا ہے ایک تازہ ترین مثال پر اکتفا کرتی ہوں "بستی شیر گڑھ میلسی کی رہائشی خاتون فیاض مائی کے خاوند ماسٹر محمد رمضان نے اپنی بیوی کی زبان چبا ڈالی کیونکہ اس نے اپنے والدین سے خاوند کے مظالم کی شکایت کی تھی" (۶۰) اگر قوموں کے معمار کی قوامیت کا یہ عالم ہے تو ان پڑھ طبقہ میں قوامیت کا تصور تو یقیناً لرزہ خیز ہوگا۔

قوامیت کے تقاضے

اسلام جامع اور مکمل دین ہے اس نے خاندانی نظام کو اختیارات کی چپقلش سے بچانے کے لیے مرد کو اس ادارہ کا قوام بنا دیا اور قوامیت کا وہی روپ جائز ہوگا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی کسوٹی پر پورا اترتا ہو۔ سیرت کے فریم میں قوامیت کے کئی منظر نامے دل ونظر کو لبھاتے ہیں کہ اگر کبھی ازواج میں سے کسی کو رنج ہوا تو اپنے ہاتھوں سے آنسو صاف کیے۔ یہاں تک محافظ اور نگہبان تھے کہ زیادہ تعداد کے باوجود ازواج مطہرات کی خوشی اور ناراضی کی اداؤں سے آگاہ تھے۔ یہاں شوہر کے بے حد وحساب اختیارات کا کوئی ذکر نہیں ہے نہ کوئی ایسی مثال کہ بیوی ہر حال اور ہر لمحے میں اطاعت کی پابند ہے گویا کہ وہ مٹی کا مادھو ہو۔ یہ تو زندہ زندگی کا ایک زندہ تعلق ہے جو مسرتوں کی طرف لے جاتا ہے اور افرادِ خانہ کے لیے سکون، مسرت، تعلق باہمی اور بہتر کارکردگی کا باعث بنتا ہے۔" بیویوں کے ساتھ شفقت، نرمی اور رواداری کے بے شمار مظاہر سیرت طیبہ میں موجود ہیں آپؐ کو عورتوں کی نفسیات کا پورا علم تھا اور آپؐ نے ان کی فطرت کے متعلق علم کو اپنے معاملات میں بھرپور استعمال کیا۔ آپؐ کو گھریلو معاملات میں بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑا خوشگوار بھی اور ناخوشگوار بھی اور یہ مختلف

مواقع پر ہوئے لیکن آپؐ نے کبھی ان کے معاملات میں مداخلت نہ کی، نہ کبھی طرف داری کی، نہ کسی کو ڈانٹا، بلکہ تمام معاملات کو بڑی نرمی سے لیا اور اپنی رائے کبھی بھی بطورِ شوہر ان پر نہ ٹھونسی'' ۔(۶۱) ایک روایت میں آتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک بار ناراض ہو گئیں تو فرمانے لگیں ''اَنْتَ الَّذِیْ تَزْعَمُ اَنَّکَ نَبِیٌّ؟'' آپ وہی شخص ہیں جو اپنے آپ کو نبی تصور کرتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو سن کر تحمل اور شفقت و مہربانی سے کام لیتے ہوئے مسکرانے لگے۔''(۶۲)

عائلی معاملات کی نگہبانی کی اہلیت

عائلی ادارہ میں فطری صلاحیتوں کی بنا پر نگہبانی کی ذمہ داری ڈال کر مرد کو قوام بنایا اب مرد کے اوپر لازم ہے کہ وہ اس ادارے کو بیرونی اور اندرونی مصائب و مشکلات سے بچانے کا اہتمام کرے۔ مغربی دنیا کا ہدف اس وقت خاندان کا ادارہ ہے تاکہ امت مسلمہ کی تیاری کے اس بنیادی مرکز کو ختم نہیں تو منتشر ضرور کر دے۔ اندرونی طور پر بھی تصورِ قوامیت بگڑ چکا ہے بعض مردوں نے اس نگرانی کا مقصد تسلط، ظلم، قبضہ، تکبر، غلام بنا لینا اور اپنی رائے کو زبردستی عورتوں پر مسلط کر لینا سمجھ رکھا ہے۔ انہوں نے اس غلط مفہوم کی بنا پر عورتوں کے ساتھ بدترین رویہ اختیار کیا۔ اس طرح بعض عورتوں نے اس نگرانی کے لفظ سے غلط مفہوم لیا اور انہوں نے اپنے خاوندوں کو کسی شمار میں نہیں رکھا۔ عائلی ادارے کی مثال موٹر گاڑی کی طرح سے کہ جس میں دو شخص بیٹھے ہوں اگرچہ دونوں کا مقصد اور منزل ایک ہی ہوتا ہے لیکن اسٹیرنگ ایک ہی سنبھالے گا۔ اب اس کے سیٹ سنبھالنے کا تقاضا ہے کہ اس گاڑی کو چلانا بھی آتا ہو۔ وہ اس کے معاملات کی اہمیت سے بھی آگاہ ہو۔ ان کو سنوارنے، نکھارنے اور مشکلات سے بچانے کی اہلیت بھی رکھتا ہو۔ اخلاقی اعتبار سے وہ بہتر ہو اور عورت کی فطرت کو سمجھتا ہو۔ ورنہ اسے توڑ کر ریزہ ریزہ کرنے میں دیر نہیں لگائے گا اور دینی نقطہ نگاہ سے وہ ان کاموں کا ذمہ دار ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدہ فاطمہؓ کا رشتہ مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((ھِیَ لَکَ عَلٰی اَنْ تُحْسِنَ صُحْبَتَھَا)) "تجھے اس شرط پر سونپتا ہوں کہ تو اس سے اچھا سلوک کرے۔''(۶۳)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ((وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ

عَنْهُمْ)) (۶۴) مرد اپنے اہل و عیال پر نگران ہے اور اس سے ان کے متعلق پوچھا جائے گا۔

ڈاکٹر محمد فاروق خان لکھتے ہیں:

سربراہی صرف ایک حق نہیں بلکہ بہت بڑی ذمہ داری ہے وہ گھر کی تمام ضروریات پوری کرنا، ہر چیز کا خیال رکھنا اور گھر کی حفاظت اور مدافعت کرنا، سربراہ کی ذمہ داری ہے چونکہ مرد کو پروردگار نے وہ خصوصیات دی ہیں جو سربراہی کے لیے ضروری ہیں، مثلاً سخت جان ہونا، محنت و مشقت، معاشرے میں مقابلے کے لیے جذبہ مسابقت وغیرہ اور خاندان پر خرچ کرنا بھی اس کے ذمے ہے۔ (۶۵)

مالی معاملات کی کفالت

مرد کی قوامیت کا کسبی سبب انفاقِ مال ہے۔ خاندان کی تمام ضروریات کا خیال رکھنا اور بساط بھر بہترین انداز میں ادا کرنا بھی لازم ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قشیری سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کسی ایک کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو تم کھاؤ وہ اس کو بھی کھلاؤ اور جو تم پہنو وہ اسے بھی پہناؤ اس کے چہرے پر نہ مارو۔ اسے بدصورت نہ کہو اور صرف گھر کی حد تک اسے چھوڑو۔ (۶۶)

ابن کثیر بیان کرتے ہیں مرد عورتوں کو اخراجات کے لیے مال و دولت فراہم کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں عورتوں پر نگہدار و منتظم بنایا گیا ہے۔" (۶۷)۔ حامد حسن بلگرامی لکھتے ہیں "اگرچہ مردوں کو جسمانی اور معاشی و سیاسی فضیلت حاصل ہے تاہم وہ اس وقت تک اس فضیلت کے حامل رہ سکتے ہیں جب تک وہ ان کے سرپرست کی صحیح ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں اور ان پر رقم خرچ کرتے ہیں۔ بصورت دیگر وہ اس برتری کے اہل نہ رہیں گے۔" (۶۸) سید سابق لکھتے ہیں "خرچ سے ہر اس چیز کا پورا ہونا مراد ہے جس کی بیوی کو ضرورت ہوتی ہے۔ کھانا، گھر، دوا اور یہ تب بھی دینا ہوگا کہ جب بیوی مالدار ہو یہ کتاب و سنت اور اجماع کی رو سے واجب ہے۔" (۶۹)

مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

آج کل حالت یہ ہے کہ مرد تو اپنے حقوق بیوی کے ذمہ سمجھتے ہیں اور بیوی کے حقوق اپنے ذمہ نہیں سمجھتے۔ حکومت کرنے کو تو سب کا جی چاہتا ہے محکوم پر۔ اس کا مضائقہ بھی نہیں۔ مگر محکوم کے کچھ حقوق بھی تو ہوتے ہیں ان کی رعایت کی بھی تو ضرورت ہے۔" (۷۰) محمد یوسف طبی لکھتے ہیں "اس کے تناظر میں اگر دیکھا جائے تو ہمارے معاشرہ میں سارا مال تو عورت اور اس کے والدین خرچ

کرتے ہیں رہا ایک مہر تو وہ بھی خاوند بھکاری بن کر پہلے ہی دن معاف کروالیتا ہے تو ان سب کے بعد اگر عورتیں اطاعت گزار نہیں تو زمانے کی خرابی کے دعوے اور عورتوں کو ملامت کرنے کی بجائے ایسے خاوندوں کو اپنے آپ کو ملامت کرنی چاہیے۔" (۷۱) اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر اس لیے بھی فضیلت دی ہے کہ وہ اپنی بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے۔ اگر مرد کے اخراجات عورت کرے تو پھر یہ نکما نکھٹو مرد کس کام کا؟ اگر مرد عورت کی معاشی کفالت نہیں کرے گا تو عورت معاشی میدان میں مصروف ہو کر بنیادی اور اہم ذمہ داری خاندان کی پرورش و پرداخت کی طرف بھرپور توجہ نہیں دے سکے گی۔ اگر مرد اس کے کام کو اہمیت نہ دے اور اس پر خرچ کا احسان بار بار جتائے تو یقیناً یہ بات عائلی نظام کے لیے نقصان دہ ہوگی۔

عورت کے فطری مزاج سے آگاہی

عورت کے متعین دائرہ کار اور اس کے فرائض کی ادائیگی میں معاونت کے لیے اس کے مزاج میں بعض فطری صلاحیتیں ودیعت کی گئی ہیں جو اس کی ذمہ داری کے اعتبار سے معاون بنتی ہیں لیکن یہ مردانہ صلاحیتوں سے مختلف ہیں ایسا مزاج عورت کی خامی نہیں بلکہ اس کے فرائض منصبی کے اعتبار سے ایک انتہائی اہم ضرورت ہے۔ "چنانچہ عورت میں گداز و نرمی، سریع انفعالی اور بلا سوچے اور بغیر تأمل بچے کی ضرورت پوری کرنے کے لیے دوڑ پڑنے کے میلانات پیدا کیے گئے۔ اسی لیے ماں بچے کی ضرورتوں کو اس طرح دوڑ کر پورا کرتی ہے جیسے اس کو اس کے اندر سے کسی شے نے مجبور کر دیا ہو اور ظاہر ہے کہ یہ مجبور کرنے والی اندرونی قوت خود اس کی فطرت ہے۔ عورت کی یہ خصوصیات، اس کے عضویاتی، اعصابی، نفسیاتی اور عقلی وجود کی گہرائیوں میں اتری ہوئی ہیں بلکہ ماہرینِ حیات کے بقول عورت کی یہ خصوصیات اس کے ہر خلیہ میں موجود ہیں اور یہ اس ابتدائی خلیہ میں بھی موجود ہوتی ہیں جس کے منقسم اور کثیر ہو جانے سے جنین وجود میں آتا ہے۔" (۷۲)

الکسیس کاریل لکھتے ہیں:

زندگی کی دوڑ میں مرد اور عورت کا دائرہ عمل ایک ہو سکتا ہے نہ وہ زندگی کے اندر ایک ہی نہج و انداز کی پیروی کر سکتے ہیں۔ تعلیم و تربیت اور پرورش پرداخت کی ذمہ داری جن لوگوں کے بھی سپرد ہے۔ ان کا فرض ہے کہ وہ مرد اور عورت کے مابین ان ذہنی اور جسمانی فروق و اختلافات کو پورے طور پر ملحوظ رکھیں کہ یہ وہ چیزیں ہیں جو پیدائشی طور پر ان کے اندر ودیعت ہیں۔ لاکھ کوشش کر ڈالی جائے

ان اختلافات کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اگر انسانی تمدن کا صحت مند ارتقاء مطلوب ہے اور دنیا کو تباہی و بربادی سے بچانا ہے تو اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا اور زندگی کی دوڑ میں اس کی رعایت ملحوظ رکھنا پڑے گی۔'' (۷۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش اخلاق تھے، ہمیشہ نشاط میں رہتے گھر والوں سے خوش طبعی فرماتے، ان کی دل جوئی کرتے، بیویوں کے ساتھ ہنسی اور دل لگی فرماتے تھے، امام غزالیؒ آدابِ معاشرت اور نکاح کو قائم رکھنے والے اسباب بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ ''عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے رہنا چاہیے، ان کی جانب سے ایذا برداشت کرنی چاہیے ان پر رحم اور ترس کھانا چاہیے۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بیوی کو ایذا نہ دینا حسن سلوک نہیں، بلکہ عورت کی جانب سے ایذا برداشت کرنا اور اس کے غصہ اور طیش کو سہنا اصل حسن سلوک ہے یہ آپؐ کا طریقہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بولتی تھیں اور سرا سارا دن بات نہ کرتی تھیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر بھی تحمل فرماتے تھے۔'' (۷۴) بحیثیت قوام اگر مرد عورت کے اس فطری مزاج کا اعتبار ملحوظ نہیں رکھے گا تو عورت کی شخصیت کو مسخ کر کے رکھ دے گا اور انسانی تمدن صحت مند معاشرت سے محروم ہو جائے گا۔ عکاشہ عبدالسنان لکھتے ہیں۔ ''عورتوں کی جانب سے ایذا برداشت کرتے ہوئے، ان کے ساتھ، مزاح، خوش طبعی اور کھیل کود کا معاملہ کرنا چاہیے۔ اس سے عورتوں کا دل مزید خوش ہو جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کے ساتھ خوش طبعی فرمایا کرتے تھے اور ان کی عقلوں کے مطابق اتر کر کام کرتے تھے۔ جب مرد کے پاس فارغ وقت ہو تو مستحب ہے کہ گھر کے کاموں میں عورت کا ہاتھ بٹائے کیونکہ یہ حسن معاشرت میں سے ہے جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔'' (۷۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی کے متعلق پوچھا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کا کام کاج کرتے تھے۔ گھر میں جھاڑو دیتے تھے، اپنے کپڑے اور جوتے کو خود پیوند لگاتے اور اپنی بکری کا دودھ دوہا کرتے تھے۔ (۷۶)

عائلی ادارہ کا تحفظ

گھر اور خاندان قوموں کی پرورش و پرداخت کا وہ بہترین ادارہ ہے کہ دیگر تمام معاشرتی ادارے اس کی جگہ نہیں لے سکتے۔ قومی زندگی کی بقا اور تحفظ اسی ادارے کی بہترین کارکردگی پر منحصر ہے۔ عصرِ حاضر میں عالم اسلام کا یہ ادارہ اندرونی اور بیرونی تحدیات سے دوچار ہے۔ مغرب کا موجودہ ہدف ہمارا عائلی نظام ہے جو جھوٹے پراپیگنڈہ کی زد میں ہے۔ عورتوں کو عائلی زندگی سے متنفر کرنا اور عورت اور مرد

کے درمیان نفرت کی ایک خلیج حائل کرنا اس کا اولین مقصد ہے۔ اور اندرونی تصویر بھی کچھ تسلی بخش نہیں ہے ابلکہ لرزا دینے والی ہے مثلاً چند خبریں ملاحظہ ہوں بیٹی کی شادی پر جھگڑے میں خاوند نے ساتھیوں کی مدد سے ٹانگیں اور ہاتھ کاٹ کر بیوی کو پھانسی دے دی۔'' (۷۷) دوسری شادی کی اجازت نہ ملنے پر بیوی کو گولی ماردی۔ (۷۸) شادی شدہ عورت نے اپنے آشنا سے مل کر خاوند کو قتل کر دیا۔ (۷۹) بیوی عدالت سے خلع لینا چاہتی تھی شوہر نے بیوی پر تیزاب پھینک دیا۔ حالت بگڑنے پر بدکاری کا مقدمہ درج کروادیا۔ (۸۰) محمد اقبال کیلانی لکھتے ہیں ''یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ہمارے معاشرے میں چادر اور چاردیواری کے اندر کی زندگی کس قدر المناک بن چکی ہے۔ اس صورت حال کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارے ارباب حل وعقد، دانشور اور پڑھے لکھے مرد و خواتین اسلامی تعلیمات کی طرف رجوع کرتے ازدواجی زندگی میں اسلام نے مرد اور عورت کو جو حقوق عطا فرمائے ہیں ان کا تحفظ کیا جاتا۔ ہمیں یہ اعتراف کرنے میں قطعاً کوئی تأمل نہیں کہ چادر اور چاردیواری کے اندر عورت مجموعی طور پر بہت مظلوم ہے اس کی دادرسی ہونی چاہیے معاشرے میں اسے عزت اور باوقار مقام ملنا چاہیے۔'' (۸۱)

لہذا مرد کی قوامیت کا مطلب بلاوجہ رعب جھاڑنا یا مونچھوں کو تاؤ دیتے رہنا، یا صنفِ نازک کے خلاف ظلم وتشدد کے حربے آزمانا نہیں ہے بلکہ اسے چاہیے کہ اپنے منصب کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام کے حقیقی عائلی نظام کے قیام کی بھرپور کوشش کرے تاکہ گھر کے اندرونی آسودہ ماحول سے مطمئن عورت مساوات مرد وزن کے پرفریب نعرے سے متاثر نہ ہو کیونکہ عورت اگر اپنی گھریلو جنت میں مطمئن ہے تو کوئی نعرہ اس کی سماعتوں کو اپنے چنگل میں گرفتار نہ کر سکے گا اور قوموں کی تعمیر وتربیت کا کام اس کی نظر میں حقیر نہ بن سکے گا لیکن اگر عورت اپنی عائلی زندگی میں المناک حالات سے دوچار ہے تو یہ پرفریب نعرے اسے اس کی حقیقی منزل سے بہت دور لے جائیں گے۔ یہ نعرے اس کے مسائل کا حل نہیں۔ اس کے مسائل کا حل حقیقی اسلامی نظام کے قیام پر منحصر ہے کیونکہ اسلام ہی متوازن لائحہ عمل رکھتا ہے۔ بحیثیت قوام مرد پر لازم ہے کہ وہ خاندانی نظام کی بہتری کے لیے کردار وعمل کا بہترین انداز اختیار کرے۔

بحیثیت قوام تربیت کی ذمہ داری

مرد کو عائلی ادارہ میں نگہبانی اور تحفظ کی ذمہ داری سونپی اور اس سے اہل وعیال کے بارے میں

سوال ہوگا۔ اگر چہ بچے زیادہ وقت والدہ کی صحبت میں گزارتے ہیں لیکن باپ کی شخصیت بچے پر اثر انداز ہوتی ہے اور غیر محسوس انداز میں بچے کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ لندن کے انسٹی ٹیوٹ آف چائلڈ ہیلتھ میں ایک تحقیقی ٹیم کے سربراہ ڈاکٹر ڈیوڈ اسکوز نے ۸۰ لڑکیوں کا تجزیہ کرنے کے بعد بتایا کہ جذباتی حساسیت، معاشرتی صلاحیت، میل جول اور تہذیبی طور طریقوں میں لڑکیاں، لڑکوں سے بہت آگے ہوتی ہیں مگر ان کی یہ صلاحیت والدہ کی طرف سے نہیں بلکہ والد کی طرف سے آتی ہے۔ انہی ایام میں ایک اور تحقیق سے ایک اور دلچسپ انکشاف ہوا۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ ذہانت، والدہ کی میراث ہے اور اس میں والد کا کوئی حصہ نہیں۔" (۸۲)

حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

عورت کے مزاج میں فطری طور پر کچھ کجی ہے۔ عورت کے اس مزاج کی وجہ سے بعض دفعہ گھر میں تلخی اور تناؤ پیدا ہو جاتا ہے جو مرد حوصلہ مند، بردبار قوتِ برداشت کا مالک اور عورت کے اس مزاج کو سمجھنے والا ہوتا ہے وہ بردباری اور حوصلہ مندی کا مظاہرہ کر کے ایسا رویہ اختیار کرتا ہے جس سے تلخی میں اضافہ نہیں ہوتا اور اس طرح حالات پر قابو پا لیتا ہے لیکن جو لوگ اس کے برعکس اس نازک آبگینے کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرتے اور اپنے طور پر یہ سوچتے ہیں کہ ہم اس کو سیدھا کر کے چھوڑیں گے تو وہ اس کو سیدھا کرنے میں تو ناکام رہتے ہیں البتہ اپنا گھر اجاڑ لیتے ہیں۔" (۸۳) مرد اگر محسوس کرے کہ اس کی ہونے والی بیوی میں کوئی جسمانی یا مزاجی کمزوری ہے تو اس کی بنا پر اسے دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس کو برداشت کرتے ہوئے عورت کو موقع دینا چاہیے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی اپنی دوسری خصوصیات کو بروئے کار لائے اور اس طرح گھر کی تعمیر میں اپنا حصہ ادا کرے اور شوہر کو چاہیے کہ وہ ظاہری ناپسندیدگی کو بھلا کر باہمی تعلق کو نبھائے۔" (۸۴) حقیقت یہ ہے کہ اگر خلافتِ راشدہ کے بعد اسلام کو حاکمانہ طاقت سے معاشرہ پر اثر انداز ہونے کا موقع ملا ہوتا تو عورت کا انجام یہ نہ ہوتا۔ اسلامی تاریخ کے آغاز میں جس عورت کو ہم معاشرہ میں پاتے ہیں اس میں نہ احساس کمتری ہے، نہ حقوق طلبی ہے اس کی شخصیت محفوظ ہے۔ اس کی نسائیت محترم ہے اس کی امومت مقدس ہے۔ وہ زندگی کی گاڑی کا دوسرا پہیہ ہے۔ مرد اگر زندگی کا ایک بازو تو وہ دوسرا، تعلیم و ثقافت میں مرد کے برابر ہی نہیں بلکہ اس سے آگے بھی نظر آتی ہے۔ زندگی کی ہر راہ میں وہ تیز گام اور سبک خرام دکھائی دیتی ہے، مرد کے مقابلہ میں اس کی شخصیت گھٹی ہوئی، اس کی حیثیت دبی ہوئی نہیں، نمایاں اور ممتاز نظر آتی ہے لیکن سماج میں حصہ لینے کے باوجود وہ گھر سے

غافل نہیں وہ خانہ داری کے فرائض کے سلسلے میں جاہل نہیں، وہ گھر کی زندگی کو اپنا نقطۂ آغاز سمجھتی اور اسے کبھی نہیں بھولتی اس کی امومت ونسائیت زندہ اور تروتازہ ہے۔(۸۵)

کیونکہ اسلام ہی گھریلو زندگی کو توازن عطا کرتا ہے خواتین کے حقوق کے معاملے میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تمام تر پروپیگنڈے کے باوجود ہر سال مغربی خواتین بڑی تعداد میں اسلام قبول کر رہی ہیں۔''نج میگن یونیورسٹی نیدرلینڈ کی معلمہ اور مشرقِ وسطیٰ کے امور کی ماہر کیرن وین نیوکرک نے گزشتہ سال منظرِ عام پر آنے والی اپنی تالیف ''ویمن امبریسنگ اسلام''۔''جنڈر اینڈ کنورژن ان دی ویسٹ'' میں اسی سوال کا جواب دیا ہے اس تالیف میں معاشرے کی ان خصوصیات پر بھی روشنی ڈالی ہے جو مغرب کی عورتوں کے لیے کشش کا باعث ہیں اور ان اسباب سے بھی بحث کی ہے جو انہیں مغربی معاشرے سے بیزار کر رہی ہیں۔ حقیقتاً مغرب میں عورت جدید جاہلیت کے عہد مظلومیت سے گزر رہی ہے۔ ہدایتِ الٰہی سے محروم تہذیب نے عورت کو عملاً مردوں کا کھلونا بنادیا ہے۔ مغرب کے حقیقت پسند اہل دانش اس امر کا برملا اعتراف کرتے ہیں چنانچہ ڈاکٹر ہنری میکاؤ امریکی نسائیت کی درگت ''بکنی بمقابلہ برقعہ'' کے عنوان سے ایک تجزیے میں لکھتے ہیں۔ ''عورت کا کردار کسی بھی ثقافت کا دل ہے۔ مشرقِ وسطیٰ پر مسلط کی گئی جنگ عربوں کا تیل چرانے کے علاوہ برقعے کو مختصر لباس سے بدل دینے کے لیے بھی ہے۔

ڈاکٹر میکاؤ مزید لکھتے ہیں:

> مسلمان عورت کی سرگرمیوں کا محور اس کا گھر ہے۔ یہ وہ آشیانہ ہے جہاں اس کے بچے پیدا ہوتے اور پروان چڑھتے ہیں وہ گھر بنانے والی ہے۔ یہ گھر خاندان کی روحانی زندگی کو سیراب کرنے والا سرچشمہ ہے۔ اس کے بچوں کی پرورش اور تربیت کا مرکز ہے اور اس کے شوہر کی تقویت کا باعث اور پناہ گاہ ہے۔...... اس تجزیے میں امریکی معاشرے میں عورت کے جنسی کھلونا بن جانے اور اس کے نتیجے میں خاندانی نظام کے بکھر جانے، بچوں کے ماں کی محبت سے محروم ہو جانے اور معاشرے کے تباہی کے راستے پر گامزن ہو جانے کا ذکر بڑی وضاحت سے کیا گیا ہے۔ ''مغربی عورت کی حالت کے بارے میں ایک تحقیقی تجزیہ Ian Sinclair کے قلم سے بعنوان ''وائلنس اگینسٹ ویمن منظر عام پر آیا ہے اس میں ممتاز برطانوی جریدے گارجین، بی بی سی، ایمنسٹی انٹرنیشنل، پریزن ریفارم ٹرسٹ یو کے وغیرہ کی حالیہ رپورٹوں کے حوالوں سے بتایا گیا ہے اس جائزے کے مطابق

سب سے زیادہ تشویش ناک معاملہ عورتوں پر گھروں کے اندر مردوں کے ہاتھوں ہونے والے تشدد میں مسلسل اضافہ ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کے مطابق انگلستان اور ویلز میں ہر چار میں سے ایک عورت زندگی میں کم از کم ایک بار گھریلو تشدد کا نشانہ بنتی ہے۔"(۸۶) اگر ہم نے بحیثیت امت مسلمہ کے اس انارکی سے بچنا ہے تو قوامیتِ رجال کا حقیقی تصور اُجاگر کرنا ہوگا۔

حرفِ آخر

عائلی اصلاح ہی دراصل اجتماعی اصلاح کی بنیاد ہے بدقسمتی سے اسلامی معاشرہ میں یہ ادارہ اندرونی و بیرونی عوامل کی بنا پر شکست و ریخت کا شکار ہے۔ عائلی احکام پر نقلی طور پر ایمان لانے اور اس کی خاطر قربان کرنے کا جذبہ رکھنے کے باوجود اکثر مسلمانوں کی عملی زندگی یکسر فرق ہے۔"میاں بیوی، اولاد اور والدین کے اندر ربط و تعلق، ہم آہنگی اور خوشگواری کا فقدان ہے۔ خانگی فضا سرگرمی، جوش، باہمی احترام و محبت اور شفقت و پیار سے خالی ہے۔ سب گھر میں ایسے رہتے ہیں جیسے ہوٹل میں مقیم انجانے لوگ آپس میں ایک دوسرے سے لاتعلق ہوتے ہیں۔ بعض گھرانوں میں مرد جاہلی روایات کے تحت اپنے آپ کو جابرانہ اور آمرانہ اختیارات کا مالک سمجھتے ہیں۔"(۸۷)

اسلام زوجین میں سے ہر دو کے حقوق کی پاسداری کرتا ہے۔ ان حقوق سے عموماً اعراض برتا جاتا ہے بلکہ بعض اوقات عورت کو لونڈی کی طرح رکھا جاتا ہے۔ مغربی دنیا خاندانی ادارہ کے لیے سرگرم عمل ہے۔ عورت کی حیثیت، حقوقِ نسواں، عورت کی ملازمت خاندانی منصوبہ بندی اور بہبود آبادی کے کئی دلکش منصوبوں کے ساتھ بیرونی عامل کے طور پر اس ادارے پر حملہ آور ہو رہی ہیں۔ چار دیواری کی دنیا میں عزت اور معاشی حقوق سے اکثر محروم رکھی جانے والی عورت ان حسین چالوں کے پھندے میں آسانی سے پھنس جاتی ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے روحانی قلعے اغیار کی ان چالوں سے محفوظ رہیں تو گھروں کو دنیاوی جنت بنانا ہوگا اور بحیثیت قوام مرد کے کندھوں پر یقیناً اس کام کی ذمہ داری آتی ہے۔

حواشی

۱۔ محمد قطب، اسلام اور جدید مادی افکار، ترجمہ سجاد احمد کاندھلوی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ص ۲۰۴

۲۔ سید قطب، فی ظلال القرآن، مترجم مولانا ساجد الرحمٰن صدیقی، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، ۲۶۵/۵

۳۔ ابن منظور افریقی، لسان العرب، بذیل مادہ قوام

۴۔ راغب اصفہانی، ابی القاسم الحسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ، کراچی، مادہ قوام

۵۔ محمد مرتضیٰ الحسینی، تاج العروس، بذیل مادہ قوام

۶۔ فخر الدین رازی، تفسیر کبیر، المجلد الخامس تفسیر نساء: ۳۴

۷۔ کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۳۴۱/۱

۸۔ القرطبی، عبداللہ بن محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، المطبعۃ دار الکتب المصریہ، القاہرہ، ۱۶۹/۵

۹۔ زمخشری، محمود بن عمر، الکشاف، مطبعہ الاستقامہ، قاہرہ، ۱۹۴۶ء، ۵۰۵/۱

۱۰۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۳۴۹/۱

۱۱۔ محمد شفیع مفتی، معارف القرآن، ادارہ المعارف، کراچی، ۳۹۶/۲

۱۲۔ جلال الدین محمد بن احمد، المحلی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، تفسیر القرآن العظیم، دار احیاء الکتب العربیہ، ۷۶/۱

۱۳۔ محمد قطب، اسلام اور جدید مادی افکار، مترجم سجاد احمد کاندھلوی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ص ۲۰۵

۱۴۔ ڈاکٹر اسرار احمد، اسلام میں عورت کا مقام، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، ص ۴۸

۱۵۔ محمود آلوسی، روح المعانی، ادارہ الطباعۃ المنیریہ، بیروت، لبنان، ۲۳/۵

۱۶۔ الکیس کاریل، انسان، نامعلوم بحوالہ دعوت دین اور اس کے علمی تقاضے، یوسف القرضاوی، ص ۳۰۷، ۳۰۸

۱۷۔ فرید وجدی آفندی، المراۃ المسلمۃ، مترجم مولانا ابوالکلام آزاد، مکتبہ القریش، لاہور، ص ۳۵

۱۸۔ خالد عبدالرحمٰن العک، الشیخ، بناء الاسرۃ المسلمۃ، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۸ء، ص ۱۹

۱۹۔ عکاشہ عبدالمنان الطیبی، تحفہ ازدواج مترجم، مولانا محمود احمد، ادارہ اسلامیات، لاہور، کراچی، اپریل ۲۰۰۵ء، ص ۲۰۲، ۲۰۳

۲۰۔ عکاشہ عبدالمنان الطیبی، تحفہ ازدواج ص ۲۰۳، بحوالہ ڈاکٹر نور الدین عتر کی کتاب ''ماذا عن المرءۃ''، ص ۱۱۵

۲۱۔ محمود آلوسی، روح المعانی، ۲۳/۵

۲۲۔ عبدالماجد دریابادی، تفسیر ماجدی، مجلس نشریات قرآن، کراچی، ۱۹۹۸ء، ۳۰۷/۱

۲۳۔ جصاص، ابوبکر احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، دار الکتب العلمیہ، بیروت،
۲۴۔ القرطبی، عبداللہ بن محمد بن احمد، الجامع احکام القرآن، ۱۶۹/۵
۲۵۔ ڈاکٹر اسرار احمد، اسلام میں عورت کا مقام، ص ۵۱
۲۶۔ عکاشہ عبدالمنان الطیبی، تحفہ ازدواج، ص ۲۰۵
۲۷۔ کاسانی، ابوبکر علاء الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۸۵۴/۲
۲۸۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب ماجاء ان الاعمال بالنیہ والحسبہ، ۵۵، ۵۳۵۱؛ نسائی، کتاب الزکاۃ، باب ای صدقۃ افضل، ۲۵۴۶
۲۹۔ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال، ۹۹۵
۳۰۔ ابن الہمام، شرح فتح القدیر، مطبوعہ مصر، ۳۲۱/۳، بحر الرائق، مصر، ۱۸۸/۴
۳۱۔ عبدالرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، مطبوعہ مصر، ۵۵۳/۴،
ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامیہ وادلتہ، دار الفکر، دمشق، الجزء التاسع، ص ۶۵۳۴
۳۲۔ از افادات، اشرف علی تھانوی، تحفہ زوجین، ترتیب مفتی محمد زید، طاہر سنز اردو بازار، لاہور، س۔ن، ص ۷۷
۳۳۔ عبدالرحمٰن الصابونی، نظام الاسرۃ وحل مشکلاتھا، مکتبہ وھبۃ القاہرہ، ۱۹۸۳ء، ص ۴۶
۳۴۔ ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ۹/۲–۱۰
۳۵۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، ہدایہ، کتاب النکاح، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، الفقہ الاسلامیہ وادلتہ، الاحوال الشخصیہ
۳۶۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الطلاق، باب فی کراھیۃ الطلاق،
۳۷۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، ہدایہ کتاب الطلاق، بدایۃ المجتہد کتاب الطلاق، مجموعہ قوانین جسٹس تنزیل الرحمٰن - جلد دوم وغیرہ
۳۸۔ ڈاکٹر اسرار احمد، اسلام میں عورت کا مقام، ص ۵۴
۳۹۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، مترجم مولانا عبدالرحیم، الفیصل ناشران وتاجران، کتب، لاہور، ۲۰۰۳ء، ۱۷۷/۱
۴۰۔ ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی نظامِ زندگی اور اس کے بنیادی تصورات، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۱ء
۴۱۔ شمس تبریز خاں، مسلم پرسنل لاء اور اسلام کا عائلی نظام، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۲۱۱،۱۲
۴۲۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، ۱۴۶۸
۴۳۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک، اسلام میں خواتین کے حقوق جدید یا فرسودہ، مترجم سید امتیاز احمد، دار النوادر، لاہور،
۲۰۰۶ء، ص ۳۷، ۳۸

۴۴۔ نعیم صدیقی، عورت معرض کشمکش میں، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، ص ۶۳
۴۵۔ جصاص، ابوبکر احمد علی الرازی، احکام القرآن، ۲/۵۷،۵۸
۴۶۔ افضل الرحمٰن، دورِ جدید میں مسلمان عورت کا کردار، مترجم محمد ایوب منیر فیروز سنز، لاہور، ص ۲۹۷
۴۷۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، ۹/۶۱
۴۸۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک، اسلام میں خواتین کے حقوق جدید یا فرسودہ، ص ۷،۸
۴۹۔ بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریتہ، ۳۳۳۱، مسلم، کتاب الرضاع،
باب الوصیۃ بالنساء، ۳۶۴۴
۵۰۔ سید قطب، فی ظلال القرآن، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، ۲/۲۷۰
۵۱۔ دورِ جدید میں مسلمان عورت کا کردار، ص ۲۹۸
۵۲۔ ابن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، مطبعۃ مصطفیٰ البابی، مصر، ۵/۴۱
۵۳۔ کنز الدقائق مع شرح البحر الرائق، ۵/۴۸
۵۴۔ ایضاً
۵۵۔ ہدایہ مع فتح القدیر، ۴/۲۷۱
۵۶۔ افادات مولانا اشرف علی تھانوی، تحفۂ زوجین، ص ۳۸
۵۷۔ ڈاکٹر اسرار احمد، اسلام میں عورت کا مقام، ص ۴۲
۵۸۔ محمود مہدی الاستانبولی، تحفۃ العروس، مترجم مولانا ابو یاسر اجمل، دار الاندلس، لاہور، ۱۴۲۶ھ، ص ۲۴۶
۵۹۔ منیر احمد خلیلی، خاندانی نظام، اس نشیمن کو بچانے کی فکر کیجئے، حسن البنا اکیڈمی، راولپنڈی، ۲۰۰۶ء، ص ۳۵
۶۰۔ روزنامہ آواز، لاہور، ۸ جنوری ۲۰۰۸ء، ص ۸
۶۱۔ افضل الرحمٰن، دورِ جدید میں مسلمان عورت کا کردار، ص ۳۱۶
۶۲۔ الہیثمی، نور الدین علی بن ابوبکر، مجمع الزوائد، ۴/۳۲۲، بحوالہ تحفۃ العروس، ۲۵۱
۶۳۔ تحفۃ العروس، ص ۱۲۷
۶۴۔ بخاری، کتاب الاحکام، باب قول اللہ تعالیٰ اطیعوا اللہ......۷۱۳۸، مسلم، کتاب الامارہ باب فضیلۃ
الامیر العدل......۱۸۲۹
۶۵۔ ڈاکٹر محمد فاروق خاں، اسلام کیا ہے؟ دانش سرا، کراچی، ص ۲۹۴
۶۶۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، ۴/۴۴۶
۶۷۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۹۷۲ء، ۱/۲۱
۶۸۔ حامد حسن بلگرامی، فیوض القرآن، ۱/۷۹

۶۹۔ سید سابق، خاندانی نظام، مترجم شاہد اسلم شاہد روی، حدیبیہ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۲۴۴
۷۰۔ اشرف علی تھانوی، تحفہ زوجین، ص ۱۲۱
۷۱۔ محمد یوسف طیبی، مسنون شادی، دارالاندلس، لاہور، ۱۲۵
۷۲۔ سید قطب، فی ظلال القرآن، ۲/۲۶۶
۷۳۔ الکیس کاریل، انسان نامعلوم، بحوالہ دعوت دین اوراس کے علمی تقاضے، ڈاکٹر یوسف القرضاوی، مترجم سلطان احمد اصلاحی، ادارۂ اسلامی، لاہور، ص ۳۰۹
۷۴۔ امام غزالی، احیاء علوم الدین، ۴/۲۰، ۲۲، ۷
۷۵۔ عکاشہ عبدالمنان، تحفہ ازدواج، ص ۲۲۲
۷۶۔ بخاری، الادب المفرد، ترمذی نے اسی کے قریب الفاظ نقل کر کے صحیح قرار دیا ہے اسی طرح امام شافعیؒ نے بھی دیکھئے، الصحیحہ ۶۷۰
۷۷۔ نوائے وقت، لاہور، ۲۴ اگست، ۱۹۹۷ء
۷۸۔ روزنامہ جنگ، لاہور، ۱۱ نومبر، ۱۹۹۷ء
۷۹۔ نوائے وقت، لاہور، ۱۸ اگست، ۱۹۹۷ء
۸۰۔ نوائے وقت لاہور، ۱۳ جولائی ۱۹۹۷ء
۸۱۔ محمد اقبال کیلانی، نکاح کے مسائل، حدیث پبلی کیشنز، لاہور، س۔ن، ص ۹-۱۰
۸۲۔ محمد انور بن اختر، عورت کی اسلامی زندگی اور جدید سائنسی تحقیقات، ادارہ اشاعت اسلام، کراچی، ۲۰۰۳ء، ص ۵۴
۸۳۔ حافظ صلاح الدین یوسف، عورتوں کے امتیازی مسائل وقوانین، دارالسلام، پاکستان، ص ۱۷۵
۸۴۔ حافظ مبشر حسین، خوشگوار گھریلو زندگی، مبشر اکیڈمی، لاہور، دسمبر ۲۰۰۵، ص ۱۱۹
۸۵۔ شمس تبریز خان، مسلم پرسنل لاء اور اسلام کا عائلی نظام، ص ۲۱۲، ۲۱۳
۸۶۔ روزنامہ آواز، ۱۵ نومبر ۲۰۰۷ء، ص ۴، اسلام میں خواتین کا تقدس...... سپیشل رپورٹ،
۸۷۔ منیر احمد خلیلی، عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں، ص ۲۴۲

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆